''تعال نقتبس من نور اسلافنا''

ہم نے اس تنقیدی جائزے کی ابتدا میں عرض کیا تھا کہ ''شرح شواھد الفراہی'' اور المفردات تالیف (فراہی) کے ساتھ ساتھ مندرجۂ بالا عنوان کے تحت ''الاعلام'' میں شایع شدہ دو بہت مختصر تحریریں بھی غامدی صاحب کی ہمارے سامنے ہیں۔

عنوان دیکھ کر خیال گزرا تھا کہ یہ موصوف کی اپنی نگارشات ہوں گی۔ جن میں اَسلاف کی کتابوں سے کچھ اِقتباسات ہوں گے لیکن متن پڑھنے سے پتہ چلا کہ یہ دونوں مختصر تحریریں، مقدمۂ ابن خلدون اور حافظ ابن القیم کی کتاب ''الفوائد'' کے اقتباسات ہیں، ان میں تعریفاً وتشریحاً غامدی صاحب کے قلم سے ایک لفظ بھی نہیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ عنوان ایسا مقرر کرتے کہ جس سے فوراً ہی پتہ چل جاتا کہ یہ تحریریں تمام اقتباسات ہیں۔ نہ کہ آخر میں ایک کونے پر جس کتاب سے اقتباس کیا ہے اس کا نام لکھ دیا جائے۔ پھر یہ کہ ان دونوں تحریروں کے اول وآخر میں علامات اقتباس ('' '') بھی نہیں۔ اس کے سبب ایک ایسے قاری کو جو ابن خلدون اور ابن القیم کی تحریروں سے واقفیت نہیں رکھتا یہ دھوکہ ہوسکتا ہے کہ یہ عبارت غامدی صاحب کی ہے۔ اور معانی ومطالب ان دونوں مصنفین کے ہیں۔ اس قوی احتمال کو روکنے کے لئے بہتر تھا کہ عنوان اس طرح کا ہوتا: ''**اقتباسات من السلف**'' یا ''**قطع مقتبسته من مؤلفات بعض السلف**''۔ اور جس مصنف سے اقتباس لیا گیا ہے اس کا نام اوپر ہی مذکور ہوتا۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری تھا کہ جس باب یا فصل سے یہ اقتباسات لئے گئے ہیں ان کا نام صفحات کے نمبر کے ساتھ تحریر کر دیا جاتا۔ یہ تحقیق کے اولین مقتضیات ہیں۔

بہرحال غامدی صاحب کو پڑھنے والوں کے لئے یہ کام ہم کئے دیتے ہیں۔ مقدمۂ ابن خلدون سے مقتبس قطعۂ تحریر یا پیراگراف اس ''مقدمہ'' کی فصل ''**فی علوم اللسان العربی**'' میں ذیلی عنوان علم الادب کے تحت مذکور ہے، مقدمہ ابن خلدون، تحقیق ڈاکٹر علی عبدالوحد وافی، طبعۃ ثانیہ ۱۹۶۷ء لجنۃ البیان العربی، قاھرہ میں غامدی صاحب کی اقتباس کردہ عبارت الجزء الرابع کے صفحہ ۱۳۸۷ پر ہے۔ (دارالفکر، بیروت کے ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں یہ صفحہ ۷۶۳ پر ہے، اس ایڈیشن میں یہ مقدمہ تاریخ ابن خلدون کے پہلی جلد کے طور پر چھپا ہے)۔

دوسرا اقتباس آٹھویں صدی ہجری کے مشہور حنبلی فقیہہ حافظ ابن القیم کی کتاب ''الفوائد'' سے ہے۔ کتاب کا پورا نام نہیں دیا گیا ہے جو یہ ہے: الفوائد المشوّقۃ الی علوم القرآن وعلم البیان (یہ کتاب بہت پہلے قاھرہ میں ۱۹۱۸ء اور ۱۹۲۷ء میں چھپی تھی کسی نئے ایڈیشن کا علم نہیں)۔

پیش کردہ اقتباس کے سلسلے میں ہم کہینگے کہ یہ تحریر ساڑھے چھ سو سال قبل کی ہے، نہ تو یہ عصر حاضر

کی شستہ وشگفتہ زبان ہے اور نہ عباسی عہد کی دلکش ودل آویز زبان۔ابن خلدون نے کوئی شک نہیں کہ عربی اسلوب تحریر کو مسجع ومقفع عبارات آرائی سے پاک کیا تھا جس کی مذمت خود اس نے اپنے مقدمہ میں کی ہے، ایک حقیقت یہ ہے کہ خود ابن خلدون کا انداز تحریر کہیں کہیں تعقید سے خالی نہیں اور بعض اوقات اس میں رکاکت بھی ہے۔بیسویں صدی کے جن ادباء واصحاب قلم محققین نے ابن خلدون پر کام کیا ہے ان میں ایک مشہور وممتاز شخصیت ڈاکٹر علی عبدالوحد وافی کی ہے جنھوں نے مقدمۂ ابن خلدون پر تحقیق کی ہے اور اس کو چار جلدوں میں تقریباً نصف صدی قبل اپنے تقریباً دو ہزار حواشی اور اپنے طویل علمی وتحقیقی مقدمے (۳۴۶ صفحات) کے ساتھ مرتب کیا تھا۔

انھوں نے اپنے متعدد حواشی میں ابن خلدون کی پیچیدہ عبارات کی تشریح کی ہے، اور ساتھ ہی صاحب مقدمہ کی بعض رکیک عبارات کی نشان دہی بھی کی ہے۔موصوف کا یہ مقدمہ دقت نظر اور احاطۂ تحریر کی انتہائی اعلیٰ مثال ہے۔یہاں اس بات کا اشارہ بے محل نہ ہوگا کہ ابن خلدون کا تاریخ میں مقام ایک مؤرخ اور علم الاجتماع [Sociology] کے مخترع اور تہذیب وتمدن کے شارح وناقد کی حیثیت سے ہے ایک ادیب کی حیثیت سے نہیں۔زبان کے معاملے میں ان کا یہی کارنامہ کم نہیں کہ انھوں نے اس کو حریری کے مسجع ومقفّی اسلوب سے پاک کیا اور سلیس عربی لکھنے کی طرح ڈالی۔

جہاں غامدی صاحب نے شرح شواہد الفرا ہی میں ظلّ، نبت، حریق، غلام، اور شبہ وریح الشمال جیسے عام فہم عربی الفاظ کی تشریح کی ہے وہاں ابن خلدون کے الفاظ عوارض یستقری، حدّ، کلف کی تشریح نہیں کی جو مذکورہ بالا الفاظ سے زیادہ مشکل ہیں۔

پھر یہ کہ موصوف نے اس اقتباس میں ابن قتیبہ کی مشہور کتاب: ''ادب الکاتب'' کا نام غلط طور پر ''ادب الکتاب'' لکھا ہے، پہلے تو میں سمجھا تھا کہ غالباً یہ طباعت کی غلطی ہے۔لیکن مقدمہ ابن خلدون کے عام غیر تحقیق شدہ ایڈیشن (دارالفکر) سے رجوع کرنے پر پتہ چلا کہ اس میں بھی یہ اسی طرح غلط ''ادب الکتاب'' چھپا ہوا ہے۔اور غامدی صاحب نے اس غلطی کو ویسے ہی نقل کر دیا ہے۔پہلی بات تو یہ کہ ابن قتیبہ کا صحیح نام اتنا مشہور ہے کہ غامدی صاحب کو مقدمۂ ابن خلدون کے اس تجارتی ایڈیشن پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے اور اس کو خود ہی صحیح کر دینا چاہیے تھا۔

دوسرے یہ کہ ان کے سامنے اگر ''مقدمہ'' کا مذکورہ بالا تحقیق شدہ مقدمہ ہوتا تو وہ دیکھتے کہ اس میں اس کتاب کا صحیح نام ادب الکاتب ہی درج ہے۔کتابوں کے تجارتی ایڈیشنوں میں بیسیوں طباعتی اغلاط ہوتی ہیں لیکن اہل علم اور خاص طور پر محققین کا یہ شیوہ نہیں کہ ان اغلاط کو بعینہ نقل کر دیا جائے کئی سال پہلے ہفتہ وار زندگی (لاہور) کے صفحات پر غامدی صاحب ایک انٹرویو میں اپنے آپ کو ''محقق'' کے نام سے موصوف کر چکے ہیں)۔اس اقتباس کی تیسری سطر میں الکلمہ غلط ہے، صحیح الملکۃ ہے۔یہ طباعتی غلطی موصوف نے ویسے ہی ''مقدمہ'' سے نقل کر دی۔افسوس! دوسرا اقتباس جو حافظ ابن القیم کی کتاب: الفوائد

المشوقۃ الی علوم القرآن وعلم البیان‘‘ سے ہے۔ یہ کتاب ابن القیم کی ایسی مشہور وممتاز اور متداول کتابو ں میں سے نہیں جیسی اعلام الموقعین زادالمعاد، حاوی الارواح، مدارج السالکین اور کتاب الروح ہیں۔اس کتاب کا کوئی نسخہ ہمارے سامنے نہیں۔ بہرحال اس اقتباس کا پہلا حصہ تو خود حافظ ابن القیم نے سیرت ابن ہشام سے نقل کیا ہے اور دوسرے حصے میں ان کی اپنی عبارت ہے۔ اور دونوں حصوں میں کوئی ربط نہیں غامدی صاحب نے بھی پہلے حصے (ایک پیرگراف) کی نقل کے بعد نقطے (.....) لگا کر عبارت روک دی ہے۔

البتہ دوسرے حصے میں اپنی عادت کے مطابق موصوف نے یملأ کا املا غلط طور پر ’’یملاء‘‘ لکھا ہے اور یقین غالب ہے کہ اس اقتباس میں اشعار العرب کے بعد جو لفظ ہے وہ مقولات ہوگا مقاولات نہیں جیسا کہ طبع ہوا ہے اگرچہ لغت میں باب مفاعلۃ سے مقاولۃ ہے جس کی جمع مقاولات ہے لیکن اس کے معنی باہم ایک دوسرے کا قول ہے، یعنی مجادلۃ جو یہاں مقصود نہیں معلوم ہوتا۔عصر حاضر کی عربی میں مقاولہ ٹھیکے (Contract) کے معنی میں مستعمل ہے۔ جو مصر کی مشہور مجمع اللغۃ العربیۃ کا تجویز کردہ ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ اگر غامدی صاحب کو اسلاف کے ادب سے کچھ اقتباس کر کے روشنی حاصل کرنا تھی تو جاحظ، ابن قتیبہ المبرد، ابوالفرج الاصفہانی اور ابن عبدربہ وابوحیان التوحیدی کی علی الترتیب کتابوں البیان والتبیین یا کتاب الحیوان، عیون الأخبار، الکامل، کتاب الاغانی، العقد الفرید اور الامتاع الموانستہ یا البصائر والذخائرہ سے کوئی مثالی ودلآویز اقتباس پیش کرتے۔جن کتابوں سے موصوف نے اقتباسات پیش کئے ہیں، علی الترتیب وہ آٹھویں اور ساتویں صدی کی تحریریں ہیں، اور عربی زبان کی وہ دلکشی ودل آویزی جو عباسی دور میں تھی باقی نہیں رہی تھی۔ پھر یہ کہ ابن خلدون کی شہرت ان نظریات پر ہے جو اس نے تہذیب و تمدن یا علم الاجتماع سے متعلق پیش کئے ہیں جس کو وہ ’’علم العمران‘‘ کہتے ہیں۔ اگر ابن خلدون کی تحریر سے اقتباس مقصود تھا تو ابن خلدون نے اپنے ’’مقدمہ میں اس علم سے متعلق تخلیقی (creative) طور پر جو کچھ لکھا ہے اس سے کوئی اقتباس پیش کرنا چاہیے تھا علم الادب پر تو انھوں نے صرف ڈیڑھ صفحہ لکھا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن القیّم الجوزیہ کا میدان فکر وتحقیق اصول فقہ، سیرت نبوی اور روحانیات ہیں ان کی تحریر کا بہترین نمونہ بھی اعلام الموقعین، زادالمعاد، حادی الارواح اور مدارج السالکین میں پایا جاتا ہے۔کتاب الفوائد ان کی غیر معروف وغیر متداول کتاب ہے۔

سلف صالحین کی تحریروں سے روشنی حاصل کرنا ہی تھا تو حسن البصری، امام شافعی (جن کی زبان حجّت ہے) القشیری، امام غزالی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابن الجوزی کی نمایندہ تحریروں سے اقتباسات دیے جاسکتے تھے۔جن کی تحریرات ادب کی اعلیٰ مثالیں بھی ہیں اور ان میں صلاح وخیر کا عنصر بھی وافر ہے۔